بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ نمبر:17

سورۃ الانبیاء

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے سترہ انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا ہے اس لیے سورۃ کا نام بھی سورۃ الانبیاء رکھ دیا گیا۔

تنبیہ غافلین:(1)

اس آیت میں ان لوگوں (خواہ مؤمن ہوں یا کافر) کو تنبیہ کی جارہی ہے جو خواب غفلت میں سورہے ہیں کہ قیامت بالکل قریب ہے، حساب کتاب کا معاملہ آنے والا ہے۔

نبی بشر ہی ہوتا ہے:(3)

مشرک لوگ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو رد کرتے اور بنیاد یہ بناتے کہ تم بشر ہو اور ہم بھی بشر ہیں، بشر نبی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمیشہ بشر ہی کو نبی منتخب کرتے تھے۔

تقلید کا ثبوت:(7)

اگر تمہیں معلوم نہیں تو اہلِ علم سے پوچھ لو۔ اس سے تقلید ثابت ہوتی ہے۔

توحید خداوندی پر نقلی دلیل:(22)

اگر آسمان وزمین میں ایک سے زائد خدا ہوں تو آسمان وزمین میں فساد ہو جائے یعنی یہ سب تباہ وبرباد ہو جائیں۔

وعدۂ موت:(35)

اس آیت میں بالعموم ہر انسان کو موت سے ڈرایا گیا ہے کہ کسی بھی جاندار نے اس فانی دنیا میں باقی نہیں رہنا۔

وزن اعمال:(47)

قیامت کے دن انصاف کا ترازو قائم کیا جائے گا جس کے ذریعے لوگوں کے تمام چھوٹے، بڑے، اچھے اور برے اعمال تولے جائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ:(51)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرست تھی اور آپ علیہ السلام کے والد خود بت بنا کر فروخت کرتے تھے۔ قوم اپنا جشن منانے کے لیے میلے میں چلی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام موقع پا کر بت خانہ میں گئے اور کلہاڑے سے سارے بتوں کو توڑ کر ختم کر دیا۔ جو بڑا تھا اس کے کندھے پر کلہاڑا رکھ کر واپس تشریف لے آئے۔ جب قوم میلے سے واپس آئی تو دیکھا کہ بت ٹوٹے پڑے ہیں۔ انہوں نے کہا ایک نوجوان سے سنا تھا وہ ہمارے بتوں کا تذکرہ خیر نہیں کرتے تھے ان کا نام ابراہیم (علیہ السلام) ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے ابراہیم! ہمارے بتوں کے ساتھ یہ معاملہ آپ نے کیا؟ فرمایا: نہیں، یہ حرکت ان کے اس بڑے سردار نے کی ہے، انہی بتوں سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں! تو انہوں نے کہا اے ابراہیم! آپ جانتے ہیں کہ یہ تو بات بھی نہیں کر سکتے، ان سے کیا پوچھیں؟

﴿بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "یہ حرکت ان کے اس بڑے سردار نے کی ہے" بظاہر درست نہیں کیونکہ بڑے بت نے تو یہ کام نہیں کیا تھا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود انہیں توڑا تھا۔ اس کی

بہترین توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد ان کے عقیدے پر طنز کرنا تھا کہ تم لوگ دن رات یہی رٹ لگاتے ہو کہ سب کچھ یہی بت کرتے ہیں، یہی خدا ہیں، بگڑی بناتے ہیں، جس کو چاہیں تباہ کر دیتے ہیں تو اسی نے مارا ہے؛ پوچھ لو اسی بڑے سے۔ اب وہ لاجواب ہوگئے اور بتوں کا عجز ان پر ظاہر ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد بھی یہی تھی۔

حضرت داود اور سلیمان علیہما السلام کا اختلاف رائے:(78)

دونوں باپ بیٹا اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ ایک آدمی کی بکریاں دوسرے کے کھیت کو کھا گئیں۔ حضرت داود علیہ السلام نے فرمایا کھیت کی قیمت کا اندازہ لگاؤ کہ کتنی قیمت بنتی ہے؟ معلوم ہوا کہ بکریوں کے برابر قیمت بنتی ہے، آپ نے فرمایا اس کی بکریاں کھیت والے کو دے دو۔ جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: جس کی بکریاں ہیں وہ اس کے کھیت میں کام کرے اور کھیت والا بکریاں لے کر چَرائے اور بکریوں کا دودھ پیے۔ جس وقت بکریوں نے کھیت کھایا تھا جب دوبارہ اتنا ہو جائے تو بکریاں؛ بکریوں والے کو دے دو اور کھیت والا اپنا کھیت سنبھال لے۔

یہاں نص موجود نہیں تھی اجتہادی مسئلہ میں اختلاف رائے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کی بھی تردید نہیں فرمائی بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس مسئلہ میں بنسبت حضرت داود علیہ السلام کے سمجھ زیادہ دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب غیر منصوص مسائل میں دو انبیاء علیہم السلام کے درمیان اختلاف ہو سکتا ہے تو جہاں نص نہ ہو وہاں امتیوں کے اجتہاد میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ جس طرح اجتہادی مسئلہ میں دو انبیاء ماجور ہیں اسی طرح ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین بھی ماجور ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ:(83)

حضرت ایوب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش آئی۔ ساز

وسامان، گھربار، آل واولاد سب ختم ہوگئے، خود بیماری میں مبتلا ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی اہلیہ نیک خاتون تھیں آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ پھر ایک وقت آیا آزمائش ختم ہوئی اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ دوبارہ عطا فرمادیا۔

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ:(87)

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم شرک کیا کرتی تھی، آپ نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم باز نہیں آؤ گے تو تین دن بعد تم پر عذاب آئے گا۔ جب تین دن گزرے، آخری رات آئی تو حضرت یونس علیہ السلام بستی سے باہر چلے گئے کہ قوم پر عذاب آ رہا ہے۔ قوم پیچھے سے گڑگڑائی، معافیاں مانگیں... بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور عذاب کو ختم فرمادیا۔

غلط فہمی کا ازالہ:(98)

اس آیت میں ہے کہ مشرکین اور جن کی وہ عبادت کرتے ہیں یعنی تمام معبودان باطلہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی تھی کہ پھر حضرت عُزَیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بھی لوگوں نے عبادت کی تھی تو کیا وہ بھی جہنم میں جائیں گے؟ اگلی آیت ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾ میں اس کا جواب موجود ہے کہ جن کے بارے میں اچھا انجام مقدر مقرر ہو چکا ہے وہ (حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ علیہما السلام) اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

رحمۃ للعلمین:(107)

اس آیت میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالمین کے لیے رحمت ہونا بتایا گیا ہے۔

سورۃ الحج

وجہ تسمیہ:

حج کے بنیادی ارکان واعمال بیان کرنے کی وجہ سے اس کا نام سورۃ الحج ہے۔

قیامت کی ہولناکی:(1)

قیامت کی ہولناکی کو بیان کیا گیا کہ وہ ایسا خوفناک منظر ہو گا کہ اس دن دودھ پلانے والی عورت اپنے بچے کو بھول بیٹھے گی اور حمل والی عورت اپنا حمل گرادے گی۔ لوگوں کی حالت ایسی ہوگی گویا کہ وہ نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہو گا اس لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

بعث بعد الموت:(8)

دوبارہ اٹھائے جانے پر بطور دلیل انسان کی تخلیق کو بیان فرمایا۔

دنیوی فائدے کے لیے ایمان قبول کرنا:(11)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو بعض لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تاکہ دنیاوی فوائد مل سکیں مگر جب ان کی مراد پوری نہ ہوئی تو انہوں نے دین اسلام سے پیٹھ پھیر کر کفر اختیار کر لیا۔ تو اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ ان لوگوں نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی کھوئی اور یہ سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔

حاسدین کا غیظ وغضب میں جلنا:(15)

جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اپنے نبی کی مدد نہیں کرے گا تو اسے چاہیے کہ وہ ایک رسی لے آسمان پر چڑھ جائے اور وہاں جا کر آنے والی وحی اور رابطے کو کاٹ ڈالے تاکہ نبوت کو ملنے والی اللہ کی مدد آنا ختم ہو جائے اور اگر یہ شخص ایسا نہیں کر سکتا تو پھر اپنے گلے میں رسی ڈال لے اور خودکشی کر کے مر جائے

لیکن خدا کی مدد ختم نہیں ہو گی۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر:(26)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی۔ پھر حکم ہوا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کرو کہ وہ تمہارے پاس پیدل آئیں اور دور کے راستوں سے ان سواریوں پر سوار ہو کر آئیں جو لمبے سفر کی وجہ سے دبلی پتلی ہو گئی ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقام ابراہیم پر پتھر پر کھڑے ہو کر آواز لگائی کہ خانہ کعبہ بن گیا ہے، حج کرنے کے لیے آؤ۔

ایامِ قربانی:(28)

قربانی کے دن 10، 11 اور 12 ذوالحجہ ہیں۔

قربانی کا مقصد:(37)

اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اللہ کے ہاں تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔

پہلی مرتبہ جہاد کی اجازت:(39)

یہ سب سے پہلی آیت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آنے کے بعد جہاد اور قتال کے بارے میں نازل ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں مشرکینِ مکہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حد سے زیادہ ظلم کیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم تھا کہ اپنے ہاتھ روک کر رکھیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد سب سے پہلی باضابطہ جنگ جو کفر اور اسلام کے درمیان ہوئی وہ جنگ بدر ہے۔ مسلمانوں کی تعداد 313 تھی اور کفار کی تعداد ایک ہزار تھی۔ لیکن فتح مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔

اسلامی ریاست کے اغراض و مقاصد:(41)

نظام حکومت میں کرنے کے بنیادی کام بتائے جارہے ہیں۔ اور وہ چار ہیں:

- نماز کی پابندی کرنا۔
- نظام زکوٰۃ قائم کرنا۔
- نیکی کے کاموں کا حکم دینا۔
- گناہوں سے روکنا۔

معبودانِ باطلہ کی بے بسی کی مثال:(73)

مشرکین جن جھوٹے اور پتھر کے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہیں اگر یہ سارے معبود مل کر بھی ایک مکھی کو پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ مکھی کو پیدا کرنا تو دور کی بات ہے اگر مکھی ان سے کوئی چیز اچک کر لے جائے تو سارے مل کر وہ چیز واپس بھی نہیں لے سکتے۔

دین میں حرج نہیں:(78)

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں حرج نہیں رکھا، دین میں بہت آسانی ہے۔

امت محمد یہ کی فضیلت:(78)

جب قیامت کے دن سابقہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں پر گواہی دیں گے کہ ہم نے انہیں احکامات پہنچا دیے تھے تو وہ امتیں انکار کر دیں گی۔ اس وقت امت محمد یہ گواہی دے گی کہ ان انبیاء علیہم السلام نے احکام پہنچا دیے تھے۔ اس طرح امت محمد یہ کی فضیلت ظاہر ہو گی۔ اب اس فضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ:

ہم نماز قائم کریں۔ زکوۃ ادا کریں۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے پکڑیں اور اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ رکھیں۔

پارہ نمبر:18

سورۃ المؤمنون

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے شروع میں مؤمنین کی صفات کو بیان کیا گیا ہے۔اس لیے اس سورۃ کانام سورۃ "المؤمنون "رکھ دیا گیا ہے۔

مؤمنین کی خاص صفات:(2)

پہلی دس آیات میں اہل ایمان کی سات صفات بیان کی گئی ہیں کہ اگر کوئی ان اوصاف کو مکمل طور پر اپناتا ہے تو وہ صحیح معنوں میں مؤمن ہے۔وہ صفات یہ ہیں:

[1]: نماز عاجزی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

[2]: فضول کاموں اور فضول باتوں سے بچتے ہیں۔

[3]: کہ وہ لوگ زکوٰۃ پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

[4]: کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

[5،6]: ایمان والے امانات کا خیال کرتے ہیں اور معاہدات کا خیال کرتے ہیں۔

[7]: نماز کی پابندی کرتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت:(23)

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم!اللہ کی عبات کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ لیکن قوم نے بجائے ماننے کے انکار اور استہزاء کیا۔ بحکمِ خداوندی حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی،ماننے والوں کو اپنے ساتھ سوار کرلیا باقی طوفان میں غرق ہوگئے۔

"ربوہ" کا ذکر اور معنی: (50)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو اپنی قدرت کی نشانی بنایا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے۔ ایک بادشاہ تھا جو ان کا دشمن تھا وہ انہیں قتل کرنا چاہتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک ایسی بلند جگہ (ربوہ) پر پناہ دی جو پر سکون، صاف ستھرے بہتے ہوئے پانی والی اور سر سبز و شاداب تھی اور یہ جگہ بیت المقدس کے قریب واقع ہے۔

ربوہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ اس سے قادیانیوں والا خود ساختہ "ربوہ" جو پاکستان میں ہے مراد نہیں۔ اب ہمارے اکابر خصوصاً مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کی تیس سالہ جدوجہد سے ربوہ کا نام بدل کر "چناب نگر" رکھ دیا گیا ہے۔

مشرکین کی محرومی کی وجہ: (66)

1: اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنتے نہیں تھے بلکہ دوڑ جاتے تھے

2: آیات کا انکار کرتے تھے

3: رات کو اپنی محفلوں میں قرآن کریم کے متعلق بے ہودہ باتیں کرتے تھے۔

4: رات کو بیٹھ کر قصے کہانیاں سناتے۔

انعامات خداوندی: (78)

اللہ تعالیٰ کی تینا ہم نعمتیں (کان، آنکھیں اور دل) ہیں۔ ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں اپنی مرضی سے استعمال کرنے کے بجائے اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کرو!

کفار کے لیے عذاب کی وعید: (93)

کفار عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اس سے مراد یا تو اخروی عذاب ہے یا دنیوی عذاب

ہے۔

کافر کی تمنا:(99)

کافر کو جب موت کے آثار اور آخرت کی منزلیں نظر آنے لگیں گی تو اس وقت کہے گا اے رب! مجھے واپس لوٹا دیں، تاکہ میں ایمان لے آؤں اور وہ نیک اعمال کر سکوں جنہیں میں دنیا میں نہ کر سکا! جواب ملے گا ہر گز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ محض اس کی ایک بات ہے جس کو وہ اپنے منہ سے کہہ رہا ہے۔ یہ واپس جا کر بھی اچھے کام نہیں کرے گا۔

جہنمیوں کی آہ و پکار:(104)

قیامت کا دن ہو گا، کافر جہنم میں ہوں گے، ان کے چہرے جھلس رہے ہوں گے اور وہاں وہ اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہوں گے کہ اے اللہ! ہمیں یہاں سے نکال دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں اور تمہیں ڈرایا جاتا تھا لیکن تم ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ یا اللہ! ہماری بد بختی ہم پر غالب آ گئی، ہم گمراہ ہو گئے، اللہ! ہمیں یہاں سے نکال دیں اب ہم نافرمانی نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ذلیل ہو کر یہیں جہنم میں پڑے رہو اب تم نے ہم سے بات نہیں کرنی۔ پھر یہ اہل جہنم کسی سے بات نہ کر سکیں گے۔

انسان کی پیدائش بے مقصد نہیں:(115)

انسان کی پیدائش کا مقصد عبادتِ خداوندی ہے۔

سورۃ النور

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ میں ذکر ہے کہ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اسی مناسبت سے

اس سورۃ کا نام سورۃ النور رکھا گیا ہے۔

اس سورۃ میں مختلف دینی، اخلاقی اور معاشرتی احکامات بیان کیے گئے ہیں۔ معاشرے میں بے حیائی، فحاشی اور برائی کو روکنے اور عفت و عصمت کو عام کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔ نیز ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت، گھروں میں جانے کے آداب اور پردہ کے متعلق احکامات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حد زنا:(2)

اگر غیر شادی شدہ مرد اور غیر شادی شدہ عورت نے زنا کیا ہو تو انہیں بطور حد سو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ جبکہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کی سزا حدیث پاک میں سنگساری بیان کی گئی ہے۔

حد قذف:(4)

کسی پر زنا کا الزام لگانے والے کے ذمے ہے کہ وہ چار گواہ پیش کرے۔ اگر چار گواہ پیش نہیں کر سکتا تو اس تہمت لگانے والے پر حدِ قذف(80 کوڑے) لگائی جائے گی اور وہ مردود الشہادۃ ہو جائے گا، آئندہ کسی کیس میں اس کی شہادت قبول نہیں ہو گی۔ اگر توبہ کر لیتا ہے تو اس کو آخرت میں سزا نہیں ملے گی لیکن دنیا کی سزا باقی رہے گی یعنی اس کو کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ گواہی بھی قبول نہیں ہو گی۔

لعان کا مسئلہ:(6)

اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ بھی پیش کرے تو اس کی بیوی پر حد زنا لگ جائے گی۔ اگر گواہ نہ ہوں تو لعان ہو گا۔ میاں بیوی دونوں قاضی کے سامنے پانچ پانچ قسمیں کھائیں:

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ یہ مرد چار مرتبہ قسم کھا کر کہے کہ میں اس بات میں سچا ہوں کہ میں نے اسی طرح اس کو دیکھا ہے۔ پانچویں مرتبہ قسم یوں اٹھائے کہ اگر

میں جھوٹ بولتا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ اب بیوی سے کہا جائے گا کہ وہ بھی چار مرتبہ قسمیں کھائے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے اور پانچویں مرتبہ یوں قسم کھائے کہ اگر یہ سچا ہے تو پھر مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔ لعان کے بعد یہ دونوں ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے لیکن طلاق تب ہو گی جب شوہر اس کو طلاق دے گا۔ اگر شوہر طلاق نہیں دیتا تو پھر قاضی دونوں کے درمیان نکاح فسخ کر دے۔

واقعہ افک؛ام المؤمنین کی براءت:(44)

یہاں واقعہ افک کا ذکر ہے۔ سن 6 ہجری میں غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا۔ اس سفر میں صدیقہ کائنات، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ جب قافلہ کی روانگی ہونے لگی تو آپ رضی اللہ عنہا قضا ئے حاجت کے لیے گئی ہوئی تھیں۔ قافلہ روانہ ہو گیا، آپ وہیں رہ گئیں۔ بعد میں حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر سوار کر قافلہ کے ساتھ مل گئیں۔ لیکن عبد اللہ بن ابی؛ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ازلی دشمن تھا؛ نے افتراء باندھا، ام المؤمنین پر تہمت لگائی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نبی کی لاڈلی بیوی کی براءت کا اعلان فرما کر آپ کی عفت و پاکدامنی کی گواہی دی اور اسے ﴿هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾ کہا۔

واقعہ افک میں منافقین کے پروپیگنڈے میں کچھ سادہ لوح مسلمان بھی شریک ہو گئے۔ ان میں حضرت مِسطح رضی اللہ عنہ بھی تھے جنہوں نے بعد میں سچی توبہ کر لی تھی۔ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رشتے دار تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کی مالی امداد فرمایا کرتے تھے۔ جب واقعہ افک پیش آیا تو آپ نے صدمے کی وجہ سے قسم کھائی کہ میں ان کی مدد نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مدد جاری رکھنے کا کہا اور فرمایا کہ جو لوگ اہلِ علم و فضل اور اہلِ خیر ہیں

وہ ایسی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتے داروں کو کچھ نہیں دیں گے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم کا کفارہ ادا کر دیا اور سابقہ معمول کے مطابق ان کی مدد جاری فرمادی۔

مکانات میں داخلے کا حکم:(27)

چار قسم کے مکانات ہیں:

[1]: وہ مکان جس میں آدمی خود اکیلا رہتا ہے۔

حکم: اس میں اجازت کی ضرورت نہیں۔

[2]: وہ مکان جس میں اور لوگ بھی رہتے ہوں، رشتے دار ہوں یا اجنبی ہوں۔

حکم: اس میں اجازت کے بغیر نہیں جاسکتے۔

[3]: وہ مکان جس میں کسی کا رہائش پذیر ہونا معلوم نہ ہو کہ کوئی اس میں رہتا بھی ہے یا نہیں!

حکم: اس میں بھی اجازت کے بغیر نہیں جاسکتے۔

[4]: وہ مکانات جو رہائش کے لیے نہیں ہیں جیسے مسجد، خانقاہ اور مدرسہ وغیرہ۔

حکم: اس میں اجازت کی ضرورت نہیں۔

آنکھ اور عصمت کی حفاظت کا حکم:(30)

اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کا نور ہے:(35)

اس آیت میں اللہ نے اپنے نور؛ نورِ ہدایت کی مثال دی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں: اللہ نور ہے تو اس سے مراد ہوتا ہے "مُنَوِّرٌ" یعنی روشن کرنے والا۔ "نور" کا حقیقی معنی ہے: "اَلظَّاهِرُ بِنَفْسِهٖ وَالْمُظْهِرُ لِغَيْرِهٖ" خود ظاہر ہو اور دوسرے کو ظاہر کرے۔ نور کا یہ حقیقی معنی اللہ پر صادق نہیں آتا کیونکہ اللہ ظاہر نہیں ہیں تو یہاں نور کا مجازی معنی ہے۔ نور سے مراد ہے کہ اللہ رب العزت آسمانوں زمین کو روشن کرتے

ہیں۔ اس میں تمام مخلوقات آتی ہیں۔

اللہ رب العزت کیسے روشن کرتے ہیں؟ تو اس کی مثال دی ہے کہ جیسے ایک طاقچہ ہو، اس طاقچے میں چراغ ہو اور چراغ ایک قندیل میں ہو اور چراغ کو جس تیل سے جلایا جارہا ہو وہ زیتون کا تیل ہو۔ زیتون بھی ایسا کہ جس پر پورا دن سورج کی روشنی پڑتی رہتی ہے خواہ سورج مشرق میں ہو یا مغرب میں، اسی وجہ سے اس کا تیل نہایت صاف اور عمدہ ہوتا ہے۔ مراد اس سے مؤمن کا دل ہے کہ مؤمن کے دل میں طبعی طور پر ایمان کے قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے، پھر جب ان کے سامنے آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو انہیں بہت جلد عمل کی توفیق مل جاتی ہے۔

کافروں کے اعمال کی مثال:(39)

اس آیت میں ان کفار کے اعمال کی مثال دی گئی ہے جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں لیکن توحید ورسالت کو نہیں مانتے۔ ان کفار کے اعمال کی مثال ایسے ہے جیسے آدمی ریگستان میں سفر کر رہا ہو تو اسے دور سے ریت کی چمک ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے پانی؛ لیکن حقیقت میں وہ پانی نہیں ہوتا تو" سراب "سے اس نے دھوکہ کھایا۔ اسی طرح کفار کے وہ نیک اعمال جن کے بارے میں وہ یہ سمجھتے تھے کہ انہیں آخرت میں فائدہ دیں گے، ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ نیک اعمال سراب کی طرح دھوکہ ہیں۔

دوسری قسم کے کفار کے اعمال کی مثال:(40)

یہاں ان کفار کی مثال ہے جو آخرت پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔ ان کفار کی مثال ایسے ہے جیسے بہت گہرا سمندر ہو اور اس میں اندھیرے ہوں، اس کے اوپر پھر ایک موج ہے پانی کی، پھر اس کے اوپر ایک اور موج ہے، پھر اس کے اوپر بادل ہیں۔ اب اتنا اندھیرا ہو تو آدمی کو اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا۔

کامیابی کی بنیاد چار باتوں پر ہے:(52)

اگر کوئی شخص چار باتوں کا اہتمام کرے تو کامیاب ہو جائے گا اور وہ چار باتیں یہ ہیں:

- ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ﴾ اللہ رب العزت کی اطاعت کرے۔
- ﴿وَرَسُوْلَهٗ﴾ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے۔
- ﴿وَيَخْشَ اللّٰهَ﴾ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔
- ﴿وَيَتَّقْهِ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے۔

خلافتِ راشدہ موعودہ:(55)

اس آیت کو "آیتِ استخلاف" کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خلافت کا وعدہ کیا ہے وہ اھل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کے مطابق حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ انہی کو خلافت راشدہ حق چار یار بھی کہتے ہیں اور چار خلفائے راشدین بھی کہتے ہیں۔ تو اس آیت میں انہی چار حضرات کی خلافت کا ثبوت ہے۔

تین اوقات میں اجازت لیں:(58)

تین اوقات میں چھوٹوں کو بھی گھروں اور کمروں میں بغیر اجازت کے داخل نہیں ہونا چاہیے۔ وہ تین اوقات یہ ہیں:

1: نماز فجر سے پہلے

2: دوپہر کے وقت

3: نماز عشاء کے بعد

معذورین کو کھانے میں شریک کرنا:(61)

معذور حضرات یعنی نابینا، پاؤں سے معذور وغیرہ تندرستوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے سے شرماتے تھے کہ کہیں ہمیں کھانے کی تہذیب نہ ہو یا معذور سوچتا کہ جگہ نہ زیادہ گھیر لوں۔ اسی طرح تندرست حضرات کو بھی الجھن ہوتی تھی کہ کہیں یہ معذوری کی وجہ سے مشترک کھانے میں ہم سے کم کھائیں اور اپنا پورا حصہ نہ لے سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو ساتھ بٹھا کر کھلانے میں کوئی حرج نہیں۔ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں میں باریک بینی کی ضرورت نہیں۔

مخلص مسلمانوں کی مدح اور منافقین کی مذمت:(62)

یہ آیت غزوہ احزاب کے موقع پر نازل ہوئی تھی جس میں مخلص مسلمانوں کی مدح اور منافقین کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ جب کفار کے تمام قبائل مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے متحد ہو کر آنے لگے اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفاعی پوزیشن اختیار کرنے کے لیے خندق کھودنے کا حکم دیا تو مخلص مسلمان صدق دل سے کام میں لگے رہتے۔ جب جانا ہوتا تو اجازت لے کر جاتے۔ جبکہ منافقین اول تو سستی کرتے جب آجاتے تو بہانے بنا کر یا مخفی طور پر نکل جاتے۔

عام مجالس میں بھی اسی طرح ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت بیان فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ مخلصین مسلمان جب آپ سے اجازت مانگیں تو ان کو دے دیا کریں اور ان کے لیے دعائے مغفرت بھی کیا کریں۔

آج بھی یہی حکم ہے کہ کسی اجتماعی مشورے کے لیے جب سب جمع ہوں تو بلا اجازت چلے جانا درست نہیں۔ اجازت لے کر جانا چاہیے۔

سورۃ الفرقان

وجہ تسمیہ:

"فرقان" کے معنی ہیں حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا۔ اس سورۃ میں قرآن کریم کو فرقان فرمایا گیا ہے اسی لیے اس کا نام بھی سورۃ فرقان رکھا گیا ہے۔

پہلا اعتراض اور جواب:(4)

مشرکین کہتے تھے کہ قرآن کریم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گھڑا ہے۔ ان کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نظریہ تھا کہ دیگر کچھ لوگ بھی اس کی مدد کرتے ہیں۔ یعنی یہودیوں سے کچھ باتیں سیکھ لی ہیں وہی ہمیں بتا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وحی الہی یعنی قرآن کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ظلم اور کھلے جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اگلی آیت میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے پیغمبر! آپ فرما دیجیے کہ قرآن میری طرف سے (افتراء) نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

دوسرا اعتراض اور جواب:(7)

ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ یہ کیسا نبی ہے جو کھاتا پیتا ہے، بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، فرشتہ بھی نہیں اور اس کے پاس خزانہ بھی نہیں۔ اگر نبی ہوتا تو اس کے ساتھ ملائکہ ہوتے، پیغمبر ہوتا تو نہ کھاتا نہ پیتا۔

جواب دیا کہ مشرکین کیسی نکمی مثالیں پیش کرتے ہیں کہ نبی ہوتا تو اس کے ساتھ فرشتہ ہوتا۔ لیکن اگر پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ فرشتہ ہوتا تو پھر یہی لوگ کہتے کہ اس کے فرشتہ ہونے پر کیا دلیل ہے؟ اگر نبی ہوتا اور نہ کھاتا تو یہ کہتے کہ ہم کھاتے ہیں تو ہمارا نبی تو وہ ہونا چاہیے جو کھانے والا ہو!